Fikr-o-Nasar (Islamabad) 5:1 (1967)

تشکیل قوانینِ اسلامی کے تاریخی مراحل

مفتی امجد العلی، ادارہ تحقیقات اسلامی

کتاب "مجموعہ قوانین اسلامی" شائع کردہ ادارہ تحقیقات اسلامی پر ماہنامہ "بینات" کراچی کے نومبر ۱۹۶۶ء کے شمارے میں تبصرہ کیا گیا تھا، جس میں بعض فقہی بحثیں اٹھائی گئی تھیں۔ مضامین کے اس سلسلے میں جو فکر و نظر میں قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ ان فقہی بحثوں کو عہد رسالت سے لے کر اس وقت تک مسلمانوں کے ہاں جس طرح تشکیلِ قوانین کا عمل رہا، اس کے تاریخی پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔ ان مضامین کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہے، اور امید ہے انہیں اسی نظر سے دیکھا جائے گا۔ (مدیر)

عہد رسالت میں چونکہ بذاتِ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما تھے اور آپ پر وحی جلی اور خفی کا نزول ہو رہا تھا اس لئے احکام الٰہیہ شرعیہ کے لئے مسلمانوں کو کوئی دشواری پیش نہ آتی جب کبھی کوئی واقعہ پیش آتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں فیصلہ فرما دیتے۔ تمام عبادات و معاملات میں صحابۂ کرام کا مرجع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تھی۔ صحابہ کے درمیان جب بھی کسی معاملے میں اختلاف ہوتا تو وہ بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرما لیتے۔ چنانچہ عہد رسالت میں فقہ و اصول فقہ اور ان کے مدارج کی تدوین کی ضرورت پیش آئی نہ ان کی تدوین ہوئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (مطبوعہ مصر ۱۳۲۷ھ ص ۲) پر فرماتے ہیں:

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن الفقہ فی زمانہ الشریف مدونا

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

ولم یکن البحث فی الاحکام یومئذ مثل بحث هٰؤلاءِ الفقهاء حیث یبینون باقصی جهدهم الارکان والشروط والاداب کل شئی ممتازاً عن الآخر بدلیله امارسول الله صلی الله علیه وسلم فکان یتوضأ فیری الصحابة وضوءه فیاخذه من غیران یبین هذا رکن وذلک ادب، وکان یصلی فیرون صلاته فیصلون کمارأوه یصلی وحج فرمق الناس حجه فعلوا کما فعل وهذا کان غالب حاله صلی الله علیه وسلم ولم یبین ان فرض الوضوء ستة اواربعة ولم یفرض انه یحتمل ان یتوضاء انسان بغیر موالاة حتی یحکم علیه بالصحة والفساد الاماشاء الله وقلما کانوا یسئلونه عن هذه الاشیاء۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فقہ مدوّن نہ تھی اور فقہاء جس طرح بحث احکام میں کرتے ہیں اس طرح کی بحث کا وجود بھی نہ تھا۔ یہ حضرات اپنی انتہائی کوشش سے یہ متعین کرتے ہیں کہ کون امور ارکان ہیں اور کون شروط و آداب تاکہ ہر ایک اپنی دلیل کے ساتھ دوسرے سے ممتاز معلوم ہو۔ لیکن رسول اللہ صلعم کے عہد میں صرف اتنا تھا کہ آپؐ وضو فرماتے اور صحابہ آپؐ کے طریقۂ وضو کو دیکھ کر وہی طریقے اختیار کر لیتے، اس سے قطع نظر کہ وضو کا رکن و ادب کون امور ہیں۔ چنانچہ آپؐ کی نماز دیکھ کر نماز پڑھتے۔ آپؐ کا حج دیکھ کر حج کرتے۔ جس طرح کہ آنحضرتؐ نے کیا ہوتا، اسی طرح کر لیتے اور آپؐ کے اکثر حالات یہی تھے۔ حضور انور نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ وضو کے فرض چھ یا چار ہیں اور نہ یہ کہ پے در پے وضو کرنا چاہیئے اس کے بغیر وضو صحیح نہ ہوگا، فاسد ہوگا۔ شاذ ہی کبھی ایسا ہوجاتا ہو۔ اور صحابہؓ بھی ان باتوں کو بہت کم معلوم کرتے۔

نیز علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ تاریخ صد ۴۵۲ مطبوعہ مصر ۱۳۱۸ھ میں لکھتے ہیں:۔

فعلی عهد النبی صلی الله علیه وسلم کانت الاحکام تتلقی بما یوحی الیهٖ من القرآن وبینه بقوله وفعله بخطاب شفاهیٍّ لا یحتاج الی نقل ولا الی نظر وقیاس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں احکام وحیٔ قرآنی کے ذریعہ حاصل کر لئے جاتے تھے اور آنحضرت صلعم اپنے قول اور فعل سے بالمشافہ خطاب کے ساتھ تشفی فرما دیتے۔ نقل، نظر اور قیاس کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

غرض عہد رسالت میں صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات و فتاویٰ و معاملات میں سے جتنا بھی کچھ دیکھا یا سُنا، اسے محفوظ کر لیا اور اپنی عقل و درایت و معرفت لسانی سے قرائن حالیہ و مقالیہ سے کوئی وجہ متعین کر لی اور بعض امور کو انھوں نے استحباب پر بعض کو وجوب پر بعض کو اباحت پر اور بعض

کو دیگر درجات پر محول کر لیا۔ صحابہ کرام کا یہ عمل کسی طریق استدلال پر مبنی نہ تھا بلکہ یہ اطمینانِ قلبی اور ممارستہ کلام عربی پر مبنی تھا۔ شاہ صاحب نے انصاف کے صہ۳ پر فرمایا ہے:

فرأى كل صحابي ما يسره الله له من عباداته وفتاواه وأقضيته فحفظها وعقلها وعرف لكل شيئ وجهاً من قبل حفوف القرائن به فحمل بعضها على الاباحة وبعضها على الاستحباب وبعضها على النسخ لامارات وقرائن كانت كافية عنده ولم يكن العمدة عندهم الا وجدان الاطمينان والثلج من غير التفات الى طرق الاستدلال كما ترى الاعراب يفهمون مقصود الكلام فيما بينهم وتثلج صدورهم بالتصريح والتلويح والايماء من حيث لا يشعرون۔

ہر صحابی حسب توفیق خداوندی آنحضرت صلعم کی عبادات و فتاویٰ اور فیصلہ جات کو دیکھتا اور ان کو محفوظ کر کے قرائن کے ذریعہ اپنے طور پر سمجھ لیتا چنانچہ بعض امور اباحت پر محمول کر لیتا اور بعض استحباب پر اور بعض نسخ پر۔ اور یہ سب کچھ علامات اور قرائن کے ذریعہ جو اس کے نزدیک کافی ہوتے ۔ ان حضرات کے نزدیک اس کے معلوم کرنے کا بہترین طریقہ ان کی اپنی وجدانی اور اطمینانی کیفیت تھی، یہ حضرات استدلالی طریقے کی طرف کچھ توجہ نہ فرماتے۔ جس طرح تم دیکھتے ہو کہ بدو عرب آپس کی بات چیت کا مقصود سمجھ لیتے ہیں۔ اور صراحت، اشاروں اور کنایوں سے بغیر غور کئے انہیں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

آنحضرت علیہ السلام کی وفات تک صحابہ کرام کا احکام شرعیہ کے سلسلہ میں یہی عمل رہا۔ آپؐ کی وفات کے بعد عہد صحابہ کی ابتدا ہوئی۔ ان حضرات کا افتاء و قضاء میں یہ عمل رہا کہ جب کبھی کوئی واقعہ پیش آتا تو اولاً کتاب اللہ میں اس کے بارے میں حکم کی تلاش ہوتی۔ بعدہٗ سنت نبویؐ سے۔ اس کے بعد اجتہاد و قیاس سے۔ ان حضرات کے اس عمل پر مابعد کے تمام فقہاء و مجتہدین و تابعین و تبع تابعین و متاخرین متفق ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات کتاب و سنت سے اپنے فطری ملکہ اور فیض صحبت کی مدد سے فتاوی و قضایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل کے استخراج میں علامات و قرائن کے ذریعے فیصلے کیا کرتے۔

احکام الشریعۃ الاسلامیۃ فی احوال الشخصیۃ مؤلفۃ عمر عبد اللہ استاذ الشریعۃ الاسلامیۃ کلیۃ الحقوق جامعۃ اسکندریہ مطبوعہ مصر ۱۹۶۱ء طبع ثالثہ کے "نبذۃ تاریخیۃ" میں ہے:۔ وكان فقهاء الصحابة والتابعين ومن بعدهم يرجعون في قضائهم وفي

فتاويهم الى الكتاب العزيز لمعرفة الحكم واستنباطه فان لم يجد وافيه الحكم رجعوا الى السنة۔ فان لم يجد وافيها الحكم اجتهد وا وبذلوا الجهد لمعرفة حكم المسئلة التي عرضت والحادثة التي وقعت، فكانوا يقيسون الاشياء على الاشباه ويلحقون الامثال بالامثال مراعين في ذلك ماراعته الشريعة الاسلامية في الاحكام، ومايتفق ومقاصدها في التشريع من جلب المصالح للعباد ودرأ المفاسد على الناس ورفع الحرج والعسر عنهم؛

فقہاء صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے علماء اپنے فیصلوں اور فتاویٰ میں حکم کی معرفت اور استخراج کیلئے اولاً کتاب اللہ کی طرف رجوع فرمایا کرتے۔ اگر وہاں سے کوئی حکم (بظاہر نہ ملتا) تو پھر سنت کی طرف رجوع کرتے۔ اگر وہاں سے بھی نہ ملتا تب اپنے انتہا درجہ کے اجتہاد سے حکم کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش فرماتے خصوصاً ایسے مسئلہ میں جو نیا پیدا ہوتا، چنانچہ یہ مشابہ امور کو دوسرے مشابہ پر قیاس فرمالیا کرتے اور امثال بالامثال کے قیاس پر حکم فرمایا کرتے اور اس میں شریعت اسلامیہ نے احکام میں جن امور کی رعایت کی ہوتی اس کو پیش نظر رکھتے۔ اور اس کا خیال رکھتے کہ شریعت نے جو بندوں کے مصالح پیش نظر رکھے ہیں ان حضرات کا عمل اس کے موافق رہے لوگوں سے مشقت اور حرج اور فساد رفع ہوسکے۔

صحابہ کے بعد تابعین کا احکام شرعیہ کے استخراج میں یہی عمل رہا۔ البتہ ان حضرات کے عہد میں کتاب اللہ اور سنت نبوی کے بعد اقوال صحابہ (قضایا وفتاوی واجماع صحابہ) سے استدلال کا اضافہ ہوگیا تھا۔ لہذا تابعین کے عہد میں کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد قضایا و فتاویٰ واجماع صحابہ اور اس کے بعد اجتہاد و قیاس سے احکام پر استدلال کیا جانے لگا۔ یعنی تابعین کے دور میں ادلۂ احکام شرعیہ میں اقوال صحابہ کا اضافہ ہوگیا۔ تابعین کے عہد کے بعد تبع تابعین مذکورہ اصولوں سے استفادہ کرنے کے بعد تابعین کے فتاویٰ واقضیہ کو استخراج احکام میں پیش نظر رکھنے لگے! اس طرح تبع تابعین کے دور میں تابعین کے فتاویٰ بھی ادلۂ استخراجیہ میں شامل ہوئے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ان تمام عہدوں میں استخراج احکام شرعیہ کے لئے قوانین وقواعد کی کوئی تدوین وترتیب عمل میں نہیں آئی تھی۔ فقہا ومجتہدین کے اذہان میں اپنے طور پر کچھ ایسے اصول تھے جن کے پیش نظر وہ مسائل کے احکام کا قرآن وسنت و قیاس سے استخراج فرمالیا کرتے۔ اور انہی استخراجی قضایا وفتاوی کے مجموعے علم فقہ سے موسوم ہوئے۔ چنانچہ اس طرح علم فقہ وجود میں آیا۔ اس کی ابتدا ایک لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے ہوئی۔ اور تبع

تابعین کے دور میں یہ اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ ان تمام ادوار میں اصول فقہ نہ کوئی مستقل فن تھا۔ نہ اس کی کوئی تدوینی شکل تھی۔ تمام فقہاء و محدثین اس پر متفق ہیں کہ اس علم کے پہلے مؤسس حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس بیان کی دلیل میں ابن خلدون کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:۔

ومن بعد صلوات اللہ وسلامہ علیہ تعذر الخطاب الشفاھی وانحفظ القرآن بالتواتر واما السنۃ فاجمع الصحابۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم علی وجوب العمل بما یصل الینا منھا قولاً اوفعلاً بالنقل الصحیح الذی یغلب علی الظن صدقہ وتعینت دلالۃ الشرع فی الکتاب والسنۃ بھذا الاعتبار، ثم ینزل الاجماع منزلتھما لاجماع الصحابۃ علی النکیر علی مخالفیھم ولا یکون ذلک الاعن مستند لان مثلھم لا یتفقون من غیر دلیل ثابت مع شھادۃ الادلۃ لعصمۃ الجماعۃ فصار الاجماع دلیلاً ثابتاً فی الشرعیات، ثم نظرنا فی طرق استدلال الصحابۃ والسلف بالکتاب والسنۃ فاذا ھم یقیسون الاشباہ بالاشباہ منھما، ویناظرون الامثال بالامثال باجماع منھم وتسلیم بعضھم لبعض فی ذلک فان کثیرا من الواقعات بعدہ صلوات اللہ علیہ لم تندرج فی النصوص الثابتۃ فقاسوھا بما ثبت والحقوھا بما نص علیہ بشروط فی ذلک الالحاق لتصحیح تلک المساوات بین الشبیھین او المثلین حتی یغلب علی الظن ان حکم اللہ تعالیٰ فیھما واحدٌ، وصار ذلک دلیلاً باجماعھم علیہ وھو القیاس، وھو رابع الادلۃ واتفق جمھور العلماء علی ان ھذہ اصول الادلۃ)۔ (مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ۱۳۱۸ھ صہ ۴۵۳)

آنحضرت صلعم کے بعد بالمشافہ خطاب تو ممکن نہ رہا تھا۔ اور قرآن تواتر کیساتھ محفوظ ہو چکا تھا۔ جہاں تک سنت کا تعلق ہے اس پر تمام صحابہ کا اجماع تھا کہ اس کا جتنا حصہ ہم تک صحیح طریقے سے پہنچے خواہ قولی ہو یا عملی، جس سے اس کی سچائی کا غالب ظن ہو جائے تو ہمارے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا اور کتاب وسنت سے اس کے معتبر ہونے پر دلائل موجود ہیں۔ پھر (کتاب وسنت) کے بعد اجماع صحابہ ان کے مرتبہ میں قرار پایا کیونکہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ ان کے مجموعی قول کا انکار غیر صحیح ہوگا۔ اور اجماع اس اعتماد کی بنا پر واقع تھا کہ ان صحابہ جیسے نفوس کسی ایسے امر پر متفق نہیں ہو سکتے جن کے حق میں کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ کیونکہ جماعت کا قول وعمل کا معصوم ہونا شرعی دلیل سے ثابت ہے۔ پھر صحابہ اور سلف کے طریقۂ استدلال پر ہم نے غور کیا کہ کتاب وسنت سے ان کا استدلال کس طرح ہوتا تھا، تو دیکھا کہ یہ حضرات باہم متشابہ امور اور جن میں

باہم مثلیت ہوتی ان میں قیاس کے ذریعہ (حکم) لگاتے۔ اب یا تو سب کا اس پر اجماع ہوتا یا بعض حضرات دوسرے بعض حضرات کی بات تسلیم کر لیتے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسے واقعات کثرت سے پیش آگئے تھے کہ جن کے لئے ثابتہ نصوص میں کوئی حکم موجود نہ تھا۔ چنانچہ ان حضرات نے ان امور پر جن کے حق میں حکم ثابت تھا ان جدید احکام کو قیاس کیا، ان شروط کا لحاظ کرتے ہوئے جو اس الحاق کیلئے مقرر تھے۔ تاکہ دو مشابہ یا دو مماثل امور میں مکمل مساوات قائم رہ سکے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ ان دو میں اللہ تعالیٰ کا حکم ایک ہی ہے اور ان تمام حضرات کا اس عمل پر اجماع ہو گیا تھا۔ یہی طریقہ قیاس کہلاتا ہے اور یہ (احکام کے) ادلہ کا چوتھا درجہ ہے۔ پھر تمام علماء کا اس پر اجماع ہو گیا کہ احکامِ شرعیّہ کے یہ چار اصول ہیں۔

ابن خلدون کی اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ صحابہؓ کے عہد میں اولاً کتاب اللہ ثانیاً سنت رسول اللہ صلعم ثالثاً اجتہاد یعنی قیاس الاشباہ بالاشباہ والامثال بالمثال رابعاً اجماع صحابہ پر عمل تھا۔ اسی طریقے کو مابعد کے تمام فقہاء نے احکام شرعیہ کے استخراج کا اصول قرار دیا۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اصول فقہ کی تخلیق صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی فقہ سے ہوئی اور ان حضرات کے طرز عمل ہی سے ان اصول کا استخراج کیا گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ الانصاف صـ۱ میں امام شافعیؒ کی علمی خدمات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، فلما رائی فی صنیع الاوائل مثل ھذہ الامور اخذ الفقہ من الرأس فأسّس الاصول وفرع الفروع وصنف الکتب فاجاد۔ وافاد۔ واجتمع علیھا الفقہاء وتصرفوا اختصاراً وشرحاً واستدلالاً وتخریجاً۔ جب انھوں نے پہلوں کے عمل میں یہ امور دیکھے تو پھر فقہ کو اپنی اصل سے لیا، اس کے اصول بنائے اور ان اصول پر فروعات کی ترتیب دی۔ اس میں کتب تصنیف کیں جو بڑی عمدہ اور فائدہ مند تھیں۔ اور فقہاء نے جمع ہو کر، اختصار و شرح و استدلال و تخریج کے ساتھ ان تصانیف میں تصرف کیا۔

پھر صـ۱۲ میں فرمایا ہے:۔

لا یعتمدون فی ذلک علی قواعد من الاصول ولکن علی ما یخلص الی الفھم ویثلج بہ الصدر کما انہ لیس میزان التواتر عدد الرواۃ ولا حالھم ولکن الیقین الذی یعقبہ فی قلوب الناس کما نبھنا علی ذلک فی بیان حال الصحابۃ وکانت ھذہ الاصول مستخرجۃ من صنیع الاوائل وتصریحاتھم۔

یہ حضرات مسائل کے احکام میں اصولی قواعد پر بھروسہ نہ کیا کرتے بلکہ خالص طریقہ پر جو فہم میں (قدرتی) طور پر آتا اور اطمینان و سرورِ قلب کا سبب ہوتا اس پر اعتماد کرتے) جس طرح کہ ان کے نزدیک حدیث کے تواتر کی تراز و راویوں کی تعداد اور ان کے حالات نہ تھے بلکہ لوگوں کے قلوب میں یقینی کیفیت کا حصول تھا۔ جس طرح کہ ہم نے اس سے قبل صحابہ کے حالات میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ یہ تمام اصول (فقہ) سلف کے اعمال سے نکالے گئے ہیں۔

نیز اسی کتاب کے صہ ۲۵ میں تحریر فرمایا ہے :۔

وانما الحق ان اکثرھا اصول مخرجة علی قولھم وعندی ان المسئلة القائلة بان الخاص مبین ولا یلحقه البیان وان الزیادة نسخ وان العام قطعی کالخاص وان لا ترجیح بکثرة الرواة وانه لا یجب العمل بحدیث غیر الفقیه اذا انسد باب الرأی ولا عبرة بمفهوم الشرط والوصف اصلاً وان موجب الامر هو الوجوب البتة وامثال ذلك اصولٌ مخرجة علی کلام الائمة و انها لا تصح بها روایة من ابی حنیفة وصاحبیه؛ وانه لیست المحافظة علیها والتکلف فی جواب مایرد علیها من صنائع المتقدمین فی استنباطهم کما یفعله البزدوی وغیرہ احق من المحافظة علی خلافها والجواب عنها مایرد علیه۔

بہر حال حق یہی ہے کہ اکثر اصول (فقہ) ان فقہاء سلف کے اقوال ہی سے تخلیق کیے گئے ہیں۔ چنانچہ میرے نزدیک یہ قاعدہ (اصل) کہ خاص خود واضح ہوتا ہے۔ اس کے لئے کسی بیان کی ضرورت نہیں۔ یا (روایت) کی زیادتی اوّل کے لئے ناسخ ہو گی۔ یا عام اسی طرح اپنے مفہوم میں قطعی ہوتا ہے جیسا کہ خاص۔ یا یہ کہ ایک سنت کو دوسری پر راویوں کی کثرت سے ترجیح دی جائے گی۔ یا یہ کہ غیر فقیہ راوی کی حدیث پر عمل کرنا واجب نہیں وغیرہ۔ یہ تمام وہ اصول ہیں جو سالفین ائمہ کے کلام سے مستخرج کیے گئے ہیں اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ امام ابو حنیفہ یا صاحبین سے ان اُصول کے متعلق کوئی صحیح روایت موجود نہیں اور یہ بھی یقینی ہے کہ ان اصول کی محافظت اور ان کے اختیار میں تکلف اختیار کرنا کہ جو اعتراض ان اصول کے خلاف استخراج مسائل میں متقدمین پر واقع ہو، اس کا جواب دیا ہی جائے، جیسا کہ بزدوی وغیرہ علماء نے کیا ہے۔ یہ کچھ بھی نہ تھا۔ اب اس کی محافظت اس کی مخالفت میں اور جواب دیا جانا لازمی نہیں۔

اسی طرح علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ کے صہ ۴۵۴ پر فرماتے ہیں:

واعلم ان هذا الفن من الفنون المستحدثة فی الملة وکان السلف فی غنیة عنه بما ان استفادة المعانی من الالفاظ لا یحتاج فیها الی ازید مما عندهم من الملکة اللسانیة واما القوانین

التی یحتاج الیہا فی استفادۃ احکام خصوصاً نمنہم اخذ معظمہا، واما الاسانید فلم یکونوا یحتاجون الی النظر فیہا لقرب العصر ممارسۃ النقلۃ وخبرتہم بہم فلما انقرض السلف وذہب الصدر الاول وانقلب العلوم کلہا صناعۃ قررناہ من قبل احتاج الفقہاء والمجتہدون الی تحصیل ہذہ القوانین والقواعد لاستفادۃ الاحکام من الادلۃ فکتبوہا فنا قائما براسہ سموہ اصول الفقہ وکان اول من کتب فیہ الشافعی رضی اللہ عنہ املی فیہ رسالتہ المشہورۃ الخ

یہ (اصول فقہ کا فن) ملت اسلامیہ میں نو پیدا فنون میں سے ہے۔ اور سلف اس فن سے بالکل مستغنی تھے۔ کیونکہ الفاظ سے معانی کو سمجھنے میں ان کی اپنی لسانی قدرت کافی تھی۔ باقی رہے وہ قوانین جنکی احکام حاصل کرنے میں خصوصی ضرورت ہوتی ہے۔ تو ان کا زیادہ حصہ ان حضرات ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ رہیں احادیث کی سندیں تو ان حضرات کو ان میں بھی غور وفکر کی کوئی احتیاج نہ تھی اس لئے کہ ان کا عہد حضور انور صلعم کے عہد کے بہت ہی قریب تھا۔ اور ناقلین حدیث کے دن رات کے حالات ان کے سامنے تھے۔ اب جبکہ سلف چلے گئے اور علوم نے ایک مستقل صناعت کی صورت اختیار کی تو اب فقہاء ومجتہدین ان قوانین کے محتاج ہوئے تاکہ ان کے ذریعہ ادلہ اربعہ سے احکام کا استخراج کر سکیں، چنانچہ ان حضرات نے اس کو ایک مستقل فن قرار دیا اور اس کا نام اصول فقہ رکھا۔ اور اس فن میں پہلی کتاب امام شافعیؒ کا مشہور رسالہ ہے۔

ابن خلدون اور شاہ صاحب کی اوپر کی عبارتوں سے یہ دو امر ثابت ہوئے۔

اوّل۔ عہد صحابہ وتابعین وتبع تابعین نیز مابعد کے تمام فقہاء کے نزدیک احکام شرعیہ کے استخراجی اصول، اصول اربعہ رہے ہیں۔ کتاب اللہ، سنت، قیاس۔ اجماع۔ دوم یہ کہ اس عہد میں ان تمام مجتہدین وفقہاء کے استخراج احکام شرعیہ میں ان اصول وقوانین کی کوئی پابندی نہ تھی جو بعد میں مدون ومرتب ہوئے بلکہ ان اصول وقوانین کی تخلیق خود ان حضرات کے اقوال اجتہادیہ سے ہوئی۔ اس عدم پابندی کے سلسلہ میں ہم عہد صحابہ کے چند واقعات مختصراً پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں خصوصاً سیدنا حضرت عمرؓ کے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے دور میں آپ ہی کا وہ دور ہے جو قدیم اور جدید واقعات وحوادث کے بارے میں کثیر احکام شرعیہ کا حامل ہے۔ آپ ہی کی ذات ہے جو بعد میں تمام مجتہدین وفقہا اُمت کے لئے احکام شرعیہ کے مدارج کے استخراج وانتزاع کا بکثرت سبب بنی۔ آپ ہی کے قضایا واعمال سے فقہاء مابعد نے فرض، واجب، سنت، مندوب، مکروہ، مباح، اعتبار عرف وعادت، استصحاب، مصلحت عامہ اور مصالحہ مرسلہ جیسے مراتب ودرجات

کا استخراج کیا۔ اسی بنا پر حضرت عمر کے قضایا و فتاویٰ ان مدارج کے تابع نہیں بلکہ یہ مراتب ان کے اعمال کے تابع ہیں۔ اس سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ صحابہ کرام کے قضایا و فتاویٰ کسی اصول کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے ہوتے تھے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ جن اصولوں کے پیش نظر فیصلے کرتے یا فتوے دیتے، وہ محض ان کے ذہن و قلب تک محدود ہوتے۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ وہ کسی اصل کا اظہار فرما دیتے ہوں۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں ہم شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن خلدون کی منقولہ عبارتوں سے ثابت کر چکے ہیں۔

یہی صورت صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین کے دور کے فقہاء اور مجتہدین کے مسائل فرعیہ کی رہی اور ان میں احکام فقہیہ شرعیہ کے بارے میں اختلاف کا سبب بھی یہی ہوا کہ ایک تو یہ حضرات ادلۂ مذکورہ سے اپنے ذہن میں مقرر کردہ اصولوں کے مطابق استخراج فرماتے تھے اور دوسرے ان کی صفات اجتہادیہ میں تفاوت پایا جاتا تھا۔ ظاہر ہے احکام و مسائل کا استخراج ادلۂ اربعہ سے متعلق نصوص پر مبنی ہوتا۔ یہ نصوص شارع علیہ السلام سے لے کر آخر تک تمام لغت عرب میں تھیں اور لغت عرب اپنے اقتضاءات معانی میں کثیر احتمالات کی محتمل ہوتی جن سے متضاد اور مختلف معانی نکل سکتے تھے۔ اسی طرح احادیث اپنے ثبوت کے طرق میں مختلف ہوتیں اور ان کے احکام میں بھی تضاد تک کی نوبت آتی۔ جس کی بنا پر ان کے درمیان ترجیح دینے کی ضرورت پیش آجاتی۔ نیز نئے زمانے کے ساتھ ساتھ نئے نئے واقعات و معاملات پیش آرہے تھے اور ان کے عین مطابق نصوص کا مل جانا دشوار ہو رہا تھا۔ ان میں سے جن امور کے متعلق نص نہ ملتی، ان کو ان کے مشابہ واقعات منصوصہ پر محمول کرنا پڑتا۔ اب دو اشیاء کے درمیان باہم مشابہت کا استنباط کرنا بڑی قوت ذہنیہ چاہتا تھا اور یہ ہر فرد میں مختلف مراتب میں ودیعت ہوتی ہے۔ یہ تھے وہ امور جو مابعد کے ائمہ اختلاف باہمی کا لازمی سبب تھے۔

(مسلسل)